وادیٔ کشمیر میں صوفیاء کی تبلیغی کوششیں

ڈاکٹر محمد ریاض

بر صغیر کے دیگر علاقوں کی طرح جموں و کشمیر کی وادی میں بھی اشاعت اسلام کا بیشتر کام صوفیائے کرام کی تبلیغی کوششوں کا مرھون منت ہے۔ جب آٹھویں صدی ھجری میں آفتاب اسلام یہاں طلوع ھوا تو اس وقت تک برصغیر کا کافی حصہ اس کی ضیاءباریوں سے منور ھوچکا تھا۔ تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ ان صوفیاء نے معاشرے کی اس طرح اصلاح کی کہ یہ خطہ جلد ھی اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گیا۔

ورود اسلام کے ابتدائی نقوش :

وادی جموں وکشمیر کی معلوم تاریخ مظہر ہے کہ اسلام کے ورود سے قبل یہاں ناگ مت، ھندو مت، شیومت اور بدھ مت کا رواج تھا۔ کشمیر کے مورخ ان مذاھب کو از راہ اختصار ''چار مت،، کے نام سے یاد کرتے ھیں۔

محمد بن قاسم کے حملہ سندھ سے دو سال قبل انیس مسلمانوں کا ایک قافلہ وادی کشمیر میں وارد ھوا تھا۔ اس قافلہ کا سربراہ، ملک شام کا ایک نوجوان، حمیم بن سامہ تھا۔ وہ ان عرب سپاھیوں میں سے ایک تھا جو علامہ بلاذری کی فتوح البلدان کی روایت کے بموجب ، محمد بن قاسم سے قبل سندھ پر حملہ آور ھوئے تھے اور جنہوں نے بعض اختلافات کی بنا پر خلیفہ ولید کے مقرر کردہ ایک حاکم، سعید بن اسلم کو قتل کردیا تھا۔ محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے نتیجہ میں جب راجہ داھر نے شکست کھائی اور اپنے ایک بیٹے گوپی کے ساتھ قتل ھوا (۹۳ھ - ۷۱۲ء) تو حمیم ابن سامہ اپنے اٹھارہ

ساتھیوں سمیت ، راجہ داھر کے دوسرے بیٹے جےسیا کے ھمراہ کشمیر بھاگ گیا اس ڈر سے کہ محمد بن قاسم اس سے انتقام نہ لے کیوں کہ وہ خلیفہ ولید، حجاج بن یوسف اور محمد بن قاسم کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتا تھا ۔

وادی جموں و کشمیر پر اس وقت ناگ ست کے پیرو راجہ ورلابھگ کی حکومت تھی (۶۶۳ - ۷۱۳ء) ۔ یہ راجہ بعد میں مسلمان ھوگیا تھا ۔ راجہ ورلابھگ نے پناھگزیں راجکمار جےسیا کو کوھستان نمک کے علاقہ پوٹھوھار میں ایک جاگیر عطا کی ۔ حمیم بن سامہ اور اس کے ساتھی اسی جاگیر میں رھنے لگے ۔ کہا جاتا ھے کہ ان مسلمانوں نے وھاں مسجد بھی تعمیر کی اور مقدور بھر اسلام کی تبلیغ بھی کرتے رھے ۔ انھوں نے اپنے حسن اخلاق سے راجگان کشمیر کو متاثر کیا، اور کئی افراد نے ان کے ھاتھ پر اسلام قبول کیا ۔ پنڈت کلہن کی راج ترنگینی مظہر ھے کہ راجہ وجروتیہ کے عہد حکومت (۷۳۵ - ۷۶۰ء) میں مسلمان کافی صاحب نفوذ ھو چکے تھے اور اس کے بعد بھی وہ راجگان کشمیر کی فوج میں شامل ھوتے رھے ۔ خلیفہ ھشام کے زمانے میں جنید نامی سردار کی راھنمائی میں کشمیر پر فوج کشی کی گئی تھی یہ مہم نتیجہ خیز ثابت نہ ھوئی ۔ خلیفہ منصور عباسی کے زمانے میں حاکم سندھ، ھشام بن ارم تغلبی نے بھی کشمیر کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی، مگر یہ کوشش ناکام رھی ۔ (۱) غرض یہ کہ دسویں صدی عیسوی کے آواخر تک ورود اسلام کے ابتدائی نقوش کی کیفیت کسی قدر معلوم کی جاسکتی ھے ۔

محمود غزنوی کے حملے :

سلطان محمود غزنوی کے سترہ حملوں میں سے تین حملے وادی جموں و کشمیر پر ھوئے ۔ یہ حملے ۱۰۱۳ء، ۱۰۱۵ اور ۱۰۲۱ھ میں کئے گئے

(۱) ڈاکٹر صوفی، غلام محی‌الدین : کشمیر ج ۱ ص ۶۴ - ۸۷، سلیم خاں مگی : اشاعت اسلامیہ کشمیر میں، باب اول ۔

جن کی تفصیل ''تاریخ گردیزی،، میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ یہ حملے بہ ظاہر راجگان کشمیر کو اپنا اطاعت گذار بنانے اور انھیں پنجاب کے ان راجوں کی طرفداری سے باز رکھنے کے سلسلے کی کڑیاں تھیں جو سلطان کے خلاف نبرد آزما رہے تھے۔ معاصر راجہ کشمیر، سمباپاسمگرا (۱۰۰۳-۱۰۲۸ء) نے نہ صرف پنجاب کے حاکم راجہ ترلوچن پال کو پناہ دی بلکہ سلطان کے خلاف اس کی امداد بھی کی اس لئے محمود نے اس کی سرکوبی کی خاطر حملہ کرکے وادی کے بعض حصوں کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ راجہ کشمیر نے اطاعت قبول کی اور باجگزار بننے کا عہد کیا، تو سلطان نے اپنا قبضہ ہٹالیا، البتہ اس کی فوج کے بہت سے افراد کوہستان نمک، پونچھ، میرپور مظفرآباد اور ہزارہ میں آباد ہوگئے۔ اور اس سے مسلمان اقلیت کو کافی تقویت پہنچی۔ یہ علاقے انیسویں صدی تک کشمیر کے جزو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی حربی مہارت اور انتظامی قابلیت ہندوست کے پیرو راجاؤں کے لئے خصوصیت کے ساتھ جاذب توجہ تھی اسی لئے بعض راجاؤں مثلاً راجہ ہرش (۱۰۸۹-۱۱۰۱ء) اور جےسیا (۱۱۲۸-۱۱۵۵ء) وغیرہ نے انھیں اعلیٰ عسکری عہدے دے رکھے تھے۔ (ملاحظہ ہو راج ترنگنی جلد دوم)۔کوئی سوا سو سال بعد اطالوی سیاح مارکو پولو کا وادی کشمیر میں گذر ہوا (۱۲۷۵ تا ۱۲۷۷ء)، تو اس وقت وہ وہاں مسلمانوں کی موجودگی اور ان میں رسم قربانی کا ذکر کرتا ہے۔ مگر اس کے بعد جب وہاں کے اشراف و امراء کی حکومت کا دور آیا تو عوام اور خصوصاً مسلمانوں کی حالت ناگفتہبہ ہوگئی۔ ان حکام نے مذھبی منافرت و تعصب کو ہوا دی۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے مسلمان بر صغیر کے دوسرے علاقوں کی طرف ھجرت کر گئے۔

صوفیاء کرام کی آمد:

اسلامی تصوف کا آغاز پہلی صدی ھجری کے آواخر میں ہوا اور رفتہ رفتہ سارے عالم اسلام میں پھیل گیا۔ صوفیائے کرام نے اسلامی ادب و فرہنگ

کے لئے بے بہا خدمات انجام دیں مگر اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ان کی کوشش سر فہرست ھیں عام و خاص دونوں میں ان کا اثر و نفوذ تھا اس لئے کہ وہ اپنے حسن کردار کی وجہ سے لوگوں کے قلوب پر حکومت کرتے تھے۔ ان کے وعظ و ارشاد کے نتیجے میں مختلف علاقوں میں اسلام حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیلتا گیا۔ اگرچہ وادی جموں و کشمیر کی طرف انھوں نے کافی تاخیر سے توجہ فرمائی تاھم ''دیر آمد درست آمد،، ۔ ان کی کوششیں بارآور ھوئیں ۔ سب سے پہلے مبلغ صوفی جو وادی میں وارد ھوئے، سید عبدالرحمن بلبل شاہ ترکستانی (م ۷۲۷ھ) تھے جنھیں شرف الدین اور بلال شاہ کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ھے۔ آپ حضرت موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے تھے۔ فقہ حنفی کے پیرو اور سہروردی سلسلہ کے مشہور بزرگ ، حضرت سید شاہ نعمۃاللہ ولی شیرازی کے مرید تھے آپ ۷۰۲ھ میں پہلی بار وادی میں تشریف لائے (۲) اور ذوالقدر خان، تاتاری جنگجو کی لوٹ مار اور اس کے ھاتھوں وادی کی تباھی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا(۳)۔ آپ نے محسوس کیا کہ تبلیغ اسلام کے لئے یہاں کے حالات موزوں ھیں ۔ آپ اپنے وطن لوٹے اور کئی سادات و صوفیہ کو تبلیغی مقاصد کے لئے ساتھ لے کر پلٹ آئے بدھ مت کا پیرو حاکم رینچن آپ کے ھاتھ پر اسلام لایا (۷۲۳ھ) اور اپنے لئے ''سلطان صدرالدین،، کا لقب اختیار کیا۔

چنانچہ آپ کی کوشش اور سلطان کے تعاون سے چند سال کے عرصے میں کوئی دس ھزار افراد مسلمان ھوگئے کسی نے کیا خوب کہا ھے۔

آنکہ در راہ الٰہی روشن از بدر و ھلال
بلبل باغ ولایت، شاھباز لا مثال

سلطان صدر الدین نے سرینگر کے قریب بلبل نگر کے نام سے ایک خانقاہ اور وادی کے مختلف مقامات پر کئی مساجد تعمیر کرائیں اور ان کے لئے کئی

---

(۲) بلبل شاہ مؤلفہ مفتی شاہ سعادت، سرینگر ۱۳۶۳ھ

(۳) G. L. Kaul : Kashmir through pages P. 58

دیہات کی آمدنیاں وقف کردیں۔ مگر افسوس کہ حضرت بلبل شاہ اور سلطان صدرالدین کی وفات کے بعد ایک بار پھر ناسازگار حالات لوٹ آئے۔ پندرہ برس تک وادی میں انتشار برپا رہا اور کفر و اسلام کی جنگ جاری رہی۔ سلطان کے نو مسلم وزیر اعظم رام چندر اور ملکہ کوٹہ رانی نے دوبارہ بدھ مت اختیار کرلیا۔ اور سلطان مرحوم کے پیش رو حاکم سہادیو کے بھائی اودیادیو کو حکومت سونپ دی۔ کوئی نہ تھا جو انہیں ارتداد جرم کی سزا دیتا۔ دو مسلمان امراء لنگرچک اور شاہ میر سواتی نے بڑی پامردی دکھائی۔ اور مسلمانوں نے ان کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ ان دنوں اردل یا اردن نامی ایک مسلح غارتگر نے ایک اچانک حملہ کیا جسے شاہ میر نے پسپا کردیا اور عوام کا اعتماد بحال کیا۔ اس عوامی حکومت کے بل بوتے پر ہی وہ ۷۲۳ھ میں سلطان کشمیر بن گیا اور شمس الدین شاہمیر کا لقب اختیار کیا شاہ میر بن طاہر کئی سال تک کشمیری راجاؤں کی ملازمت میں رہ چکا تھا۔ الغرض ''شاہمیریوں'' نے وادی پر کوئی سوا دو سال تک حکومت کی (۷۲۳ - ۹۶۲ھ)۔

حضرت سیدمیرعلی ہمدانی (م۷۸۶ھ) جنہیں شاہ ہمدان ، امیر کبیر ، علی ثانی اورحواری کشمیر کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۷۴۰ھ میں وادی سے گذرے۔ اس وقت اپنے مرشد حضرت شیخ شرف الدین محمود مزقانی رازی (م ۷۶۶ھ) کی ہدایت کے بموجب سیاحت میں مصروف تھے(۴)۔ اس لئے یہاں نہ رک سکے البتہ یہاں کی تبلیغی و اصلاحی ضروریات کے خیال سے غافل نہ رہے۔

۷۴۸ھ میں ایک دوسرے مبلغ اسلام، حضرت سید جمال الدین بخاری، متوفی ۷۸۵ھ جنہیں ''مخدوم جہانیاں جہانگشت''(۵) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے وادی میں تشریف لائے۔ آپ نے چند ہفتے یہاں قیام کیا اور وعظ

---

(۴) منقبة الجواهر یا مستورات (مخطوطہ)

(۵) اس نام کی کتاب ملاحظہ ہو: مولفہ محمد ایوب قادری

و ارشاد سے لوگوں کو بہرہ مند کیا (۶) آپ حضرت شیخ رکن الدین عالم ملتانی، سہروردی سلسلے کے مشہور بزرگ ہیں۔

آپ کی شخصیت با رعب اور دلکش تھی۔ شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی نے ۷۶۰ھ میں اپنے ایک فاضل رفیق حضرت سید تاج الدین سمنانی کو ان کے دو تلامذہ سید مسعود اور سید یوسف کے ساتھ وادی میں بھیجا۔ یہ حضرات عالم اور صوفی تھے۔ انھوں نے اشاعت اسلام کا کام ہاتھ میں لیا۔ اور شاہمیری خاندان کے ہمعصر، سلطان شہاب الدین (۷۵۵ - ۷۷۵ھ) نے ان کی کوششوں کو پسند کیا۔ بعد میں سلطان نے بھی سید تاج الدین کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ تیرہ برس کے بعد ۷۷۳ ہجری میں حضرت شاہ ہمدان نے جو سید تاج الدین کے برادر خورد تھے میر سید حسین سمنانی کو بھی کشمیر بھیج دیا جہاں آپ مع اہل و عیال تشریف لے گئے آپ کے فرزند میر سید حسن بڑے جری تھے۔ سلطان شہاب الدین نے ان کی شجاعت کی بنا پر ان کو اپنی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ سید حسین کے بھتیجے، سید حیدر خود ایک صاحب حال وقال صوفی تھے مختصر یہ کہ سمنانی صوفیاء نے حضرت شاہ ہمدان کی آمد سے قبل ہی وادی میں اشاعت اسلام کے لئے سازگار ماحول پیدا کردیا تھا۔

حضرت شاہ ہمدان اور ان کے رفقاء :

حضرت شاہ ہمدان کی تبلیغی خدمات کے بارے میں ہم (۷) پہلے بھی بالاجمال لکھ چکے ہیں۔ آپ ۷۷۴ھ میں وادی میں وارد ہوئے۔ جہاں وہ دس برس (۷۸۶ھ) تک تبلیغ و اشاعت میں مشغول رہے۔ پانچ سال جموں و کشمیر اور پانچ سال بلتستان، نگر، گلگت، لداخ، شگر اور تبت میں۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ وادی کے سب سے بڑے مبلغ آپ ہی تھے وادی کشمیر

(۶) پیر غلام حسین : تاریخ حسن ج ۲ ص ۱۷۰

(۷) ماهنامہ فکر و نظر اسلام آباد جولائی ۱۹۷۲ء

میں ۳۷ ہزار سے زائد افراد نے آپ کے ہاتھ اسلام قبول کیا۔ بلتستان اور گلگت وغیرہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے حق کی آواز پہنچائی ہے۔ ان علاقوں میں آپ کی بنائی ہوئی خانقاہیں اور مساجد اب تک موجود ہیں۔ شاہ ہمدان چھ سات سو صوفی اور سادات کے ساتھ وادی میں وارد ہوئے تھے اور انہوں نے یہاں اسلامی طرز زندگی کو رواج دینے اور اصلاح رسوم سلسلہ میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ(۸) کے علاوہ اپنے بعض خطوط(۹) میں شاہ ہمدانی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ گفتاراقبال ؒ ایک اقتباس ہے :

"شمالی مغربی سرحدی صوبے کو مستثنیٰ کرتے ہوئے، حدود ہندوستان کے اندر جغرافیائی اعتبار سے کشمیر وہ حصہ ہے جو مذہبی اور کلچرل حیثیت سے خالصۃً اسلامی ہے اور ایسا کہ اسلام نے وہاں خدانخواستہ جبر و اکراہ سے گھر پیدا نہیں کیا، بلکہ یہ بارآور پودا حضرت شاہ ہمدانی، جیسے نیک و کامل بزرگان دین کے پاک ہاتھوں کا لگایا ہوا ہے۔ اور ان ہی کے مساعی تبلیغ دین کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے گھربار اور وطن محض اس لئے ترک کئے کہ رسول‌اللہ کے لائے ہوئے پیغام سے ان دیار، و ممالک کے بسنے والوں کو بہرہ‌ور کریں اور الحمد للہ کہ وہ بدرجہ اتم کامیاب ہوئے"۔

شاہ ہمدان ایک جہاندیدہ بزرگ تھے انہوں نے ہمدان، ختلان (موجودہ کولاب، جمہوریہ تاجیکستان، سوویٹ روس) اور دوسرے مقامات پر دینی اصلاحی خدمات انجام دی تھیں۔ وہ امیر تیمور سے اختلاف مسلک اور حق‌گوئی کی بنا پر وادی میں وارد ہوئے اور یہاں آکر گویا کایا پلٹ دی۔ بقول اقبال کے آپ کی مساعی سے ہی یہ خطہ ایران صغیر کے لقب کا سزاوار بنا۔

آفرید آں مرد ایران صغیر　　باہنر ہائے غریب و دلپذیر

---

(۸) صفحہ ۱۸۵ - ۱۹۳

(۹) انوار اقبال صفحہ ۷۵

شاہ ہمدان کے ہم‌رکاب بڑے باکمال لوگ تھے ۔ ان میں سید جلال الدین عطائی، سید کمال، سید جمال الدین محدث، سید محمد کاظم، پیر محمد قادری، شیخ سلیمان اور شیخ احمد کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ان کی خدمات کی تفصیل کے لئے واقعات کشمیر مؤلفہ محمد اعظم یا مفتی غلام سرور کی خزینۃ الاصفیاء (ج ۲) ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔

متاخر صوفیاء :

حضرت شاہ‌ہمدان کے بعد ان کے، بیٹے حضرت میر سیدمحمد ہمدانی (۷۷۲-۸۵۴ھ) اور ان رفقاء نے تبلیغ و اصلاح کی شمع کو روشن رکھا ۔ سید محمد کے ساتھ بھی دو سے تین سو ایرانی سادات وادی میں وارد ہوئے ۔ انہوں نے کشمیر کے گوشے گوشے میں اعلائے کلمۃ الحق کا کام جاری رکھا ۔ سید محمد نے مسجد شاہ ہمدان (خانقاہ معلیٰ) تعمیر کرائی اور موجودہ آزاد کشمیر کے کئی مقامات پر مدارس اور خانقاہیں بنوائیں ۔ کشمیر کے سلسلہ رشی کے بانی حضرت شیخ نورالدین نورانی (۷۷۹-۸۴۲ھ) آپ کے فیض سے تارک الدنیا ہوگئے ۔ حضرت شیخ نورالدین اور للہ‌دی‌عارفہ (۷۳۵-۷۷۳ھ) دونوں ہی صلح کل کے مسلک کے حامل تھے ۔ حضرت شیخ کو ''علمدار کشمیر'' کا لقب دیا گیا ہے اور یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ افغان صوبیدار کشمیر علی محمد، محمد خاں (۱۸۰۸-۱۸۱۰ء) نے ان کے نام کا سکہ جاری کردیا تھا ۔ ان کی غیر معمولی مقبولیت پہلے کی طرح اب بھی موجود ہے ۔

نویں صدی ہجری کے وسط تک وادی کشمیر کی اکثر آبادی مسلمان ہوچکی تھی مگر اسلامی رسوم و آداب کے رواج کے لئے صوفیائے کرام کی کوششیں جاری رہیں ۔ اور اس طرح اسلام یہاں رونق پذیر ہوسکا ۔ وادی کشمیر شمع ادب اور تصوف و عرفان کی سر زمین ہے ۔ دوسرے خطوں کے مقابلہ میں اس کے خاص امتیازات ہیں اور اس تفاوت کو کتب ادب و تصوف میں ملاحظہ

کیا جا سکتا ہے۔ متاخرین صوفیاء میں شیخ بہاءالدین گنج بخش (م۔ ۹۳۹ھ) الشیخ حمزہ مخدوم (م۔ ۹۸۴ھ) باباداؤد خاکی (م۔ ۹۹۴ھ) شیخ یعقوب صرفی (م۔ ۱۰۰۳) حاج محمد کشمیری (م ۱۰۰۴)۔

بابا نصیب‌الدین غازی (م ۱۰۴۷ھ) بابا داؤد مشکاتی (م ۱۰۹۷) مخدوم حافظ عبدالغفور (م ۱۱۱٦ھ) وغیر هم کے اسمائے گرامی۔ ان کی خدمات کے مظہر ھیں۔ بہرحال وادی جموں وکشمیر اور اس کے نواحی علاقوں میں صوفیائے کرام کی کوششوں سے ھی اسلامی نقوش ثبت ھوسکتے ھیں۔

جلاسکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الہی کیا چھپا ھوتا ہے اھل دل کے سینوں میں

(اقبال)۔

✤✤✤✤